اسلامی مملکت میں ٹیکس کا مسئلہ

☆ سید قدرۃ اللہ فاطمی

(۴)

زکوٰۃ کی مروّجہ شرح اور سنّتِ نبوی

(الف) مہاجرین اور انصار کے لئے شرحِ زکوٰۃ | قرآنِ حکیم نے زکوٰۃ کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر دی تھی کہ جو اپنی ضرورت سے بچ رہے، اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دو۔ آنحضرت صلعم نے اس انتہائی حد کے اندر اندر وقتی مصلحت کے مطابق مسلمانوں سے ملکی اور معاشرتی ضروریات کے لئے مالی وسائل بہم فرمائے۔ مدینہ کی ریاست کے قائم ہوتے ہی سب سے اہم مسئلہ آپؐ کے سامنے مہاجرین کی آبادکاری کا تھا اس کے لئے آپؐ نے (آج کل کی اصطلاح کی زبان میں) جو "مہاجر ٹیکس" لگایا، اس کی شرح کل املاک کا پچاس فی صد تھی۔ انصار کی تمام جائداد آپ نے نصفا نصف مہاجرین اور انصار کے آپس میں تقسیم فرما دی[1][2]۔ غزوۂ تبوک آپؐ کی زندگی کا سب سے آخری اہم ترین واقعہ تھا۔ آپؐ کو اس وقت قیصرِ روم کے لاؤ لشکر کا سامنا درپیش تھا۔ اس کے لئے سامانِ جہاد فراہم کرنے کے واسطے، حضرت عمرؓ سے مروی حدیث کے الفاظ میں، رسول اللہ صلعم نے صدقہ یعنی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ (أمرنا رسول اللہ ان نتصدق) اس وقت زکوٰۃ کے لئے انتہائی حد وہی تھی، جو قرآن حکیم نے متعین فرما دی تھی: یعنی

---

[1] طبقات ابن سعد — [2] سیرۃ ابن ہشام

[3] صحیح البخاری، ج ۵ ص ۳۹ (کتاب المناقب، باب أخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار)

العفو، جو ضرورت سے فاضل ہو۔ لیکن صدیق اکبرؓ جیسے جاں نثار تو اپنے لئے اس شرح کی حد کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ اپنے گھر کی ساری ہی پونجی اٹھا لائے جب رسول اللہ صلعم نے قرآنی حد کے پیش نظر ان سے دریافت فرمایا: مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ ؟ (اے ابوبکر! تم نے اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟) تو انھوں نے جواب دیا: ابقیتُ لھم اللہ ورسولہ [۵۹]، یعنی عارف اقبالؒ کی زبان میں:-

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس = صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ کی انتہائی حد اصحابِ رسول اللہ صلعم کے لئے انتہائی نہیں بلکہ عام شرح تھی۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مروی ہے کہ نادار صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی: "یا رسول اللہؐ سارا ثواب تو یہ دولت مند بٹور لے جاتے ہیں کہ وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی دولت کا فاضل حصہ زکوٰۃ میں دے دیتے ہیں۔" اس حدیث کے الفاظ یتصدّقون بفضول اموالھم قرآنی شرحِ زکوٰۃ العفو کی صاف تفسیر نظر آتے ہیں [۶۰]۔ علاوہ ازیں ایسے صحابہ کی بھی ہرگز کمی نہ تھی جو ابوبکرؓ کی طرح حاصلِ عمر نثارِ رہِ یار کرنے کو تیار رہتے تھے۔ لیکن چونکہ سب صدیق نہ تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گوارا نہیں فرماتے تھے کہ وہ ایک دفعہ تو اپنا سب کچھ صدقہ کر دیں پھر خود ہی صدقہ کے محتاج ہو کر بیٹھ رہیں۔ اس لئے متعدد حدیثیں ایسی موجود ہیں جن میں قرآن کی متعین کی ہوئی انتہائی شرحِ زکوٰۃ سے بھی تجاوز کرتے ہوئے اپنی ساری دولت صدقہ کر دینے کی ممانعت آئی ہے [۶۱]۔ ان احادیث میں سے حضرت ابولبابہؓ والی حدیث خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہے۔ حضرت ابولبابہؓ ان تین صحابیوں میں سے تھے جو غلطی سے غزوۂ تبوک میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے۔ جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو انھوں نے ارادہ کیا کہ اپنا

---

[۵۹] جامع الترمذی (مع تحفۃ الاحوذی)، ج ۴ ص ۳۱۳ : ھذا حدیث حسن صحیح۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۵۵ وسنن الدارمی (مطبعۃ الاعتدال، دمشق، ۱۳۴۹ھ) ج ۱، ص ۳۹۱-۳۹۲ ابوداؤد اور دارمی نے بجا طور پر اس حدیث کو کتاب الزکوٰۃ میں جگہ دی ہے۔ تاریخ الکامل لابن

[۶۰] صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹۷-۶۹۸ (کتاب الزکوٰۃ۔ حدیث ۵۳)

[۶۱] صحیح البخاری۔ ج ۲، ص ۱۳۹ - صحیح مسلم، ج ۲۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۳ (کتاب سنن نسائی۔) - سنن الدارمی۔ ج ۱ ص ۳۹۱۔

ساری دولت صدقۃً للہ و رسولہ قربان کردیں لیکن رسول اللہ صلعم نے ان کی دولت میں سے ایک تہائی سے زیادہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا[62]

مروجہ شرح والی زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ کے بارے میں محدثین کا آپس میں سخت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ہجرت سے قبل فرض ہو گئی تھی۔ بعض کے نزدیک ۲ھ میں فرض ہوئی۔ اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ ذیقعد ۸ھ یا محرم ۹ھ میں فرض ہوئی[63] اس اختلاف کی حقیقت تو سطور مندرجہ ذیل سے واضح ہو جائے گی۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابولبابہؓ کا قرآنِ حکیم کی بتائی ہوئی حد سے تجاوز کر جانا اور اس بارے میں رسول اللہ صلعم کا موقع کے مناسب فیصلہ دینا مروجہ شرح والی زکوٰۃ کی مزعومہ فرضیت کی انتہائی تاریخ یعنی محرم ۹ھ کے بعد کے واقعہ یعنی غزوہ تبوک سے متعلق ہے، جو رجب ۹ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کی تیاری کے وقت ملکی ضروریات کا تقاضا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایثار قبول کر لیا جائے اور اس کے تقریباً دو ماہ بعد جب یہ ضرورت ختم ہو گئی تو حضرت ابولبابہؓ سے ان کی تمام املاک کا صرف ایک تہائی حصہ بیت المال کے لئے قبول کیا گیا۔

(ب) **نو مسلم قبائل عرب کے لئے شرح زکوٰۃ** | بہ ایں ہمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد کے سارے مسلمان ابوبکرؓ یا ابولبابہؓ نہ تھے بالخصوص رمضان ۸ھ میں مکہ کی فتح نے حالات میں انقلابی تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی مادی کامیابی اور سیاسی قوت سے مرعوب ہو کر عرب کے قبائل جوق در جوق مسلمان ہونے لگے تھے۔ مگر یہ آنحضرت صلعم کی روحانی تربیت پائے ہوئے وہ مومن نہ تھے جن کے لئے کہا گیا تھا کہ "اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں"۔ ان نومسلموں میں سے بہتیرے تو وہ تھے، جن کے دلوں کو اسلام کے لئے خریدنے کے واسطے زکوٰۃ کے مصارف

---

[62] سنن الدارمی۔ ج ۱، ص ۳۹۱۔ صحیح بخاری میں حدیث کا آخری حصہ غیر معین ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: امسك علیك بعض مالك (اپنے لئے کچھ دولت رکھ چھوڑو) ج ۶ ص ۵ (باب غزوۃ تبوک، حدیث کعب بن مالک)

[63] فتح الباری شرح صحیح البخاری (مطبعۃ البھیۃ، مصر ۱۳۴۸ھ) ج ۳، ص ۲۰۷۔

شرح الزرقانی علی موطا للامام مالکؒ ج ۲، ص ۱۴۱۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی ج ۵ ص ۱۵۳-۱۵۹ میں ان اختلافات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

میں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی خاص مد رکھی گئی تھی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کو ان دور افتادہ عرب قبائل کی بھی رُوحانی تربیت۔ ان کی قلبی طہارت، اور ان کی دولت کا تزکیہ منظور تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے تقریباً دو ماہ بعد ذی قعدہ ۸ھ میں جب رسول اللہ صلعم نے عمان اور بحرین کے حکمرانوں سے اسلام کی اطاعت کرانے کے لیے (علی الترتیب) عمرو بن عاص اور علاء بن حضرمی کو اپنا فرمان دے کر بھیجا، تو ان نومسلم حکمرانوں اور ان کی رعایا کے لئے قرآن کی انتہائی شرح العفو والی زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں بہت ہلکی شرح والی زکوٰۃ کی تحصیل کے پیمانے مقرر فرمائے[۶۴]۔ اس کے بعد کے مہینوں میں اسی قسم کے مضمون کے فرمان اہل یمن، عبد یغوث بن وعلہ حارثیؓ اور اس کی قوم، بنو حارث اور بنو نہد، بنو قضاعہ کے سعد ہذیم اور بنو جذام، بلیؔ کے بنو جعیل، بنو باہلہ اور دیگر قبائل کے نام جاری ہوئے[۶۵]۔ ۹ھ کے شروع ہی سے رسول اللہ صلعم کے دربار میں دُور دُور سے قبائل کے وفود آنے لگے! اسی لئے یہ سال عام الوفود کہلایا۔ ان کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوئے ان میں بھی زکوٰۃ کی محدود شرح کی شقیں شامل کی گئیں۔

افسوس یہ ہے کہ مندرجہ بالا فرمانوں کے محض مجمل خاکے ہماری تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ البتہ دو فرمان ایسے ہیں جن کی مکمل نقلیں ابن اسحاقؒ کی روایت میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یمن کے قبائل حمیر کے سرداروں کے نام اور دوسرا بنو حارث بن کعب کے نام ہے۔ اوّل الذکر کا متن حسب ذیل ہے:-

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمدٍ رسول اللّٰہ الی الحارث بن عبد کُلال والی نُعیم بن عبد کُلال والی النعمان قَیل ذی رُعین ومُعافِر وھمدان۔ اما بعد ذالکم فانی احمد الیکم اللّٰہ الذی لا الٰہ الّا ھو۔ اما بعد فانہ قد وقع بنا رسولکم منقلبنا من ارض الروم فلقینا بالمدینۃ فبلّغ ما ارسلتم بہ وخبّر ما قِبَلکم وَاَنبأنا باسلامکم وقتلکم المشرکین وان اللّٰہ قد ھداکم بھُداہ ان اَصلحتم واطعتم اللّٰہ ورسولہ واقمتم الصلاۃ وآتیتم الزکاۃ واعطیتم من المغانم خمس اللّٰہ وسھم الرسول وصفیّہ وما کتب علی المؤمنین من الصدقۃ من العقار عُشر ما سقت العین وسقت

---

[۶۴] طبقات ابن سعد۔ ج ۱، ق ۲، ص ۱۸-۱۹ ۔ تاریخ الطبری۔ ج ۱، ص ۱۶۸۶

[۶۵] طبقات ابن سعد، ج ۱، ق ۲، ص ۱۹-۲۰ ۔ الوثائق الاسلامیہ۔ ص ۱۰۵، ص ۱۰۹، ص ۱۷۷، ص ۱۸۶، ص ۲۰۸

اسماء وعلی ما سقت الغرب نصف العشر وان فی الابل الاربعین ابنة لبون وفی الثلاثین
من الابل ابن لبون ذکر، وفی کل خمس من الابل شاة، وفی کل عشر من الابل شاتان
وفی کل اربعین من البقر بقرة، وفی کل ثلاثین من البقر تبیع جذع اوجذعة، وفی
کل اربعین من الغنم سائمة وحدها شاة۔ وانها فریضة الله التی فرض علی
المؤمنین فی الصدقة فمن زاد خیرًا فهو خیر له ومن ادّی ذلک واشهد علی
اسلامه وظاهر المؤمنین علی المشرکین فانه من المومنین له مالهم وعلیه ما
علیهم وله ذمة الله وذمة رسوله۔ وانه من اسلم من یهودی او نصرانی
فانه من المؤمنین له مالهم وعلیه ما علیهم ومن کان علی یهودیته او نصرانیته
فانه لایرد عنها وعلیه الجزیة علی کل حالم ذکر او انثی حر او عبد دینار وافٍ
من قیمة المعافر او عرضه ثیابا فمن ادّی ذلک الی رسول الله فان له ذمة الله
وذمة رسوله ومن منعه فانه عدو لله ولرسوله۔ [66]

(بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ نبی کی طرف سے، حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال
اور نعمان سرداران ذو رعین، معافر و ہمدان کے نام۔ اما بعد، میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں
جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعد ازاں (معلوم ہو) کہ ہمارے ارض روم سے واپسی کے بعد تمہارا سفیر
ہم سے مدینہ میں ملا، اس نے تمہارا مراسلہ پہنچایا، تمہارے حالات سے آگاہ کیا اور تمہارے اسلام لانے
اور مشرکوں سے قتال کرنے کی خبر بھی پہنچائی۔ اگر تم صالح بنو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو،
نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس، اس کے رسول کا حصہ اور جو چیز وہ پسند کریں
اور مومنوں پر جو صدقہ لکھا گیا ہے ——— یہ سب ادا کرو، تب تمہیں اللہ نے اپنا راستہ دکھایا ہے۔

[66] سیرة ابن ھشام۔ ج ۴ ص ۲۵۵، ۲۵۹۔ تاریخ الطبری، ج ۱ ص ۱۷۱۷-۱۷۲۰۔ تاریخ البدایة
والنهایة لابن کثیر، ج ۵ ص ۷۵-۷۶۔ ابن اسحٰق کی روایت کے علاوہ تاریخ الیعقوبی (ج ۲ ص ۸۱) میں یہ فرمان
اسی صورت میں موجود ہے۔ ابن واضح الیعقوبی (متوفی ۲۸۴ھ) ہمارے قدیم ترین مؤرخوں میں
سے ہے۔ اگرچہ ہمارے محدثین اس کی شیعیت کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں۔ لیکن اہم تاریخی حقائق
کے محفوظ رکھنے کے لیے اس کے احسانات سے انکار کرنا ممکن نہیں۔ الوثائق الاسلامیة ص ۱۰۹

رصدقہ کی شرح یہ ہے :۔) چشموں اور بارش سے سینچی جانے والی کاشت میں غلہ کا دسواں حصہ، ڈول وغیرہ آلات سے سینچی جانے والی کاشت میں دسویں کا نصف (یعنی بیسواں) حصہ، چالیس اونٹوں پر اونٹ کا دو سال کا ایک مادہ بچہ، تیس اونٹوں پر اونٹ کا دو سال کا ایک نر بچہ، اور ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری، ہر دس اونٹ پر دو بکریاں، ہر چالیس گائے پر ایک گائے، اور ہر تیس گائے پر ایک بچھڑا یا ایک بچھڑی، ہر چالیس بکریوں پر، صرف اُن پر جو باہر چرتی ہوں، ایک بکری۔ صدقہ کی یہ شرح وہ ہے جو مومنوں کے لئے خدا نے مقرر کی ہے۔ جو اس سے زیادہ دے، تو اس کے لئے بہتری اسی میں ہے۔ لیکن جو اسی کے مطابق ادا کرے اپنے اسلام کی (علانیہ) شہادت دے اور مشرکوں کے مقابلہ میں مومنوں کی مدد کرے، وہ مومنوں میں سے ہے۔ ان کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں میں سے جو اسلام لائے، وہ مومنوں میں سے ہے اور ان کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہے۔ اور جو اپنی یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہے، اسے اپنے دین سے لوٹایا نہ جائے، اس پر جزیہ ہے (بحساب) ہر بالغ پر خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد یا غلام، پورا ایک دینار، بہ شرح قیمت معافری یا اس کی قیمت کے موازی کپڑا۔ جو یہ جزیہ رسول اللہ کو ادا کر دے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہے اور جو اس سے انکار کرے، وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔

حضرت عمرو بن حزمؓ عاملِ یمن کی معرفت آنحضرت صلعم نے ایک طویل فرمان بنو الحارث بن کعب کے نام ارسال فرمایا جس میں آپؐ نے اسلام کے اہم احکام ("معالم الاسلام") درج فرمائے اور یمن کے مقامی معاشرے کی بعض ناشائستہ رسموں کو ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس ذیل میں زکوٰۃ اور جزیہ کی شرحوں کی دفعات وہی ہیں، جو سرداران ذو رُعین، معافر و ہمدان کے نام فرمان میں درج ہیں۔ زکوٰۃ کی شرح کے اندراج کے بعد اس فرمان میں بھی یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ:

فانّما فریضة الله افترض علی المؤمنین فی الصدقة، فمن زاد فهو خیرٌ له [۶۷]

(صدقہ کی یہ شرح وہ ہے جو خدا نے مومنوں کے لئے مقرر کی ہے، جو اس سے زیادہ دے تو اس کے لئے بہتری اسی میں ہے۔)

۶۷۔ سیرۃ ابن هشام ج ۲ ص ۲۴۹، تاریخ الطبری۔ ج ۱، ص ۱۷۲۷ - ۱۷۲۹
تاریخ ابن کثیر۔ ج ۵ ص ۷۵ - ۷۶ - الوثائق الاسلامیه ص ۱۰۵

زکوٰۃ کے سلسلہ کی ایک اور اہم دستاویز وہ فرمان ہے جسے امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ نے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا ہے[68] اسی کی ایک شکل وہ ہے جو صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل اور سنن ابی داؤد، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابو بکرؓ کے فرمان کی حیثیت سے مروی ہے[69] اس میں دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ:

هٰذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتي امر الله بها رسوله۔

(یہ ہے زکوٰۃ کی وہ شرح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے مقرر کی اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا)

مسند امام احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، دارمی و ترمذی اور مستدرک حاکم میں یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ سند مرفوع مروی ہے[70]۔ اس کے ان مختلف نسخوں میں بعض بہت اہم اور معنی خیز اختلافات ہیں، جن پر ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ہم اس دستاویز کے متن کا وہ درمیانی حصہ نقل کرتے

---

[68] موطا۔ ج ۱ ص ۲۵۹ ۔ کتاب الخراج۔ ص ۷۶

[69] ۔ صحیح البخاری۔ ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۷ (کتاب الزکاۃ، باب ۳۸ زکوٰۃ الغنم) سنن ابی داؤد (تہذیب منذری و ابن قیم) ج ۲ ص ۱۸۳-۱۸۴ (کتاب الزکاۃ باب فی الزکاۃ السائمۃ) سنن النسائی (مطبع مجتبائی، دھلی ۱۹۱۹ء) ج ۱ ص ۳۳۶ (باب زکوٰۃ الابل) سنن ابن ماجہ (مع مفتاح الحاجۃ) ص ۱۳۰ (باب اخذ المصدق سنا الخ) عن انس بن مالك مسند احمد بن حنبل۔ ج ۱ ص ۱۱

[70] ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۹۲ و ۲۱۱، ج ۲ ص ۱۴-۱۵۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۸۵ ۔ سنن الدارمی۔ ص ۳۸۱ عن سالم ابن عمر ان النبی صلعم کتب الصدقۃ ... ص ۳۸۲ ایضاً کتب الصدقۃ فلم تخرج الی عماله حتی قبض۔

جامع الترمذی (مع تحفۃ الاحوذی) ج ۲ ص ۲-۳ (ابواب الزکوٰۃ، باب ۴ ما جاء فی زکوٰۃ الابل والغنم) مستدرک الحاکم۔ (دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۳۴ھ) ج ۱ ... سنن ابن ماجہ (مع مفتاح الحاجہ) ص ۱۳۱ (باب صدقۃ الابل) عن سالم بن عبد الله عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اقرأنی سالم کتابا کتبه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصدقات وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس فی مادون خمس من الابل الحدیث

ہیں، جس میں اصل مضمون بیان کیا گیا ہے متن کا یہ حصہ، بہ ادنیٰ تفاوت لفظی، تمام نسخوں میں مشترک ہے طبقۂ دوم اور مابعد کے ائمۂ حدیث کی سند مرفوع کے مستند ہونے کے بارے میں ہمیں روایۃً اور درایۃً بہت قوی شبہات ہیں۔ لیکن درایت کے اصول کی رُو سے ہمیں یہ یقین ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان فرمانوں کی بنیاد خود آنحضرت صلعم کے ان فرمانوں پر ہے، جو آپؐ نے عرب کے مختلف بدوی قبائل کے نام جاری کئے تھے۔ اور جن کے محض مجمل خاکے سیرت وحدیث وتاریخ کے ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ امام بخاری کی روایت کے مطابق فرمان کے متن کے الفاظ یہ ہیں:-

فی اربع وعشرین من الابل فما دونها من الغنم فی کل خمس شاۃٌ فاذا بلغت خمساً وعشرین الی خمس وثلاثین ففیها بنت مخاضٍ انثی فان لم تکن فیها بنتُ مخاضٍ انثی فابن لبونٍ ذکرٌ ولیس معها شیئٌ فاذا بلغت ستۃ وثلاثین الی خمس واربعین ففیها بنت لبون انثی فاذا بلغت ستاً واربعین الی ستین ففیها حقۃٌ طروقۃُ الجمل فاذا بلغت واحدۃً وستین الی خمس وسبعین ففیها جذعۃٌ فاذا بلغت یعنی ستاً وسبعین الی تسعین ففیها بنت لبون فاذا بلغت احدی وتسعین الی عشرین ومائۃ ففیها حقتان طروقتا الجمل فاذا زادت علی عشرین ومائۃ ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃٌ ومن لم یکن معہ الا اربعٌ من الابل فلیس فیها صدقۃٌ الا ان یشاء ربها فاذا بلغت خمساً من الابل ففیها شاۃٌ وفی صدقۃ الغنم فی سائمتها اذا کانت اربعین الی عشرین ومائۃ شاۃٌ فاذا زادت علی عشرین ومائۃٍ الی مائتین شاتان فاذا زادت علی مائتین الی ثلاث مائۃ ففیها ثلاث شیاۃٍ فاذا زادت علی ثلاث مائۃ ففی کل مائۃ شاۃٌ فاذا کانت سائمۃ الرجل ناقصۃً من اربعین شاۃً واحدۃً فلیس فیها صدقۃٌ الا ان یشاء ربها [1]

[1] صحیح البخاری۔ ج ۲ ص ۱۴۶-۱۴۷ (کتاب الزکوٰۃ، باب ۳۸ زکوٰۃ الغنم) مویشیوں کی زکوٰۃ کی شرح کے بعد چاندی کی زکوٰۃ کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:۔ وفی الرِّقَّۃِ رُبعُ العُشرِ فان لم تکن الا تسعین ومائۃً فلیس فیها شیئٌ الا ان یشاء ربها۔ (چاندی پر (زکوٰۃ) چالیسواں حصہ ہے۔ اگر صرف ایک سو نوے (درہم) ہوں تو اس پر کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ مالک خود دینا چاہے)۔ چاندی کی زکوٰۃ رسول اللہ کے کسی فرمان سے ثابت نہیں ہے۔ بعض مرفوع احادیث نبوی میں چاندی کی زکوٰۃ کا ذکر یقیناً موجود ہے لیکن رسول اللہ صلعم سے روایت کی صحت کے بارے میں ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

دچوبیس اونٹوں پر یا ان سے کم ہیں، ہر پانچ پر ایک بکری۔ جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس نٹوں تک ایک برس کی اونٹنی۔ جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس تک دو برس کی اونٹنی۔ جب یالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ تک تین برس کی جوان اونٹنی۔ جب اکسٹھ اونٹ ہو جائیں تو پچھتر اونٹوں ے چار برس کی اونٹنی۔ جب چھہتر اونٹ ہو جائیں تو نوّے تک دو دو برس کی دو اونٹنیاں۔ جب اکیانوے نٹ ہو جائیں تو ایک سو بیس تک تین تین برس کی دو جوان اونٹنیاں۔ جب ایک سو بیس اونٹوں سے زیادہ جائیں تو ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس پر تین برس کی اونٹنی دینا ہوگی۔ اور جس کے پاس چار اونٹ ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ مالک اپنی خوشی سے دینا چاہے۔ جب پانچ ہو تو ان پر ایک بکری واجب ہوگی۔ جنگل میں چرنے والی بکریوں پر جب وہ چالیس ہو جائیں تو ایکسو بیس بکریوں تک ایک بکری ایکسو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو دو سو تک دو بکریاں۔ جب دو سو سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو تک تین بکریاں اور طرح جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری۔ اگر کسی کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ ان کا مالک اپنی خوشی سے دینا چاہے تو دے دے)

ج) **اقلّ شرح زکوٰۃ کے اہم نکات** مندرجہ بالا فرمانوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) **اس اقلّ شرح زکوٰۃ میں اضافہ کی ترغیب** ان فرمانوں میں جس قدر تفصیل کے ساتھ مویشیوں زٰۃ کی شرح بیان کی گئی ہے۔ اس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ شرحیں بہت متعیّن تھیں اور جہاں تک زحوں میں کمی کی گنجائش کا تعلق ہے یہ شرحیں یقیناً متعیّن تھیں۔ کیونکہ یہ زکوٰۃ کی اقلّ (کم سے کم) ں تھیں۔ لیکن ان ہی فرمانوں کی رُو سے ان شرحوں میں اضافہ کی نہ صرف گنجائش تھی، بلکہ واضح طور پر حوں پر اضافہ کی ترغیب بھی موجود تھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے وقتی مصلحت کے لحاظ ےکے نومسلم قبائل کی تالیف قلوب کا خیال کرتے ہوئے اور شریعت اسلامیہ کے تیسیر اور تدریج کے اصولوں کے پیشِ نظر زکوٰۃ کی اقلّ شرح بے شک متعین فرما دی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ائل کو بتدریج قرآنی تعلیم انفاق فی سبیل اللہ کے ان انتہائی مراحل تک لے جانا چاہتے تھے، ادی ملکیت میں سے ان کی انفرادی اور عائلی ضروریات سے جو کچھ بچ رہے اس تمام فاضل دولت ں پر معاشرہ کا پورا پورا حق ہے۔ اس لئے آپ نے ان فرمانوں میں جن کی مکمل نقلیں ہم تک پہنچی ہیں،

فصلوں اور مویشیوں کی زکوٰۃ کی کم از کم شرحوں کی تفصیل دینے کے بعد مندرجہ ذیل جملہ کا اضافہ فرمادیا:۔

انها فريضة الله التي فرض على المومنين في الصدقة فمن زاد خيرا فهو خير له[۴۲]

(صدقہ کی یہ وہ شرح ہے، جو خدا نے مومنوں کے لئے مقرر کی ہے، جو اس سے زیادہ دے تو اس کے لئے بہتری اسی میں ہے)

(۲) مختلف اصنافِ دولت کی شرحِ زکوٰۃ میں تفاوت کی حکمتیں | مختلف اصنافِ دولت کی زکوٰۃ کی شرحوں میں بہت نمایاں فرق ہے۔ اس کی توجیہ کرتے ہوئے حافظ ابن قیم الجوزیہؒ نے لکھا ہے کہ

فاوت بين مقادير الواجب بحسب سعي ارباب الاموال في تحصيلها وسهولة ذلك ومشقته۔[۴۳]

(واجب، یعنی زکوٰۃ کی مقداروں میں اس حساب سے تفاوت ہے کہ دولت مندوں کو دولت کے حصول میں کتنی محنت مشقت کرنی پڑتی ہے یا وہ نسبتاً کتنی سہولت سے فراہم ہو جاتی ہے۔)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حافظ ابن قیمؒ کے اس نکتہ کو شرح و بسط کے ساتھ سیرۃ النبی میں بیان فرمایا ہے[۴۴] محولہ بالا دستاویزوں کی رو سے نومسلم عرب قبائل کی فصلوں پر زکوٰۃ کی جو شرحیں مقرر کی گئیں، ان کے بارے میں حافظ ابن قیمؒ کی یہ توجیہ یقیناً درست ہے لیکن فصلوں اور مویشیوں کی زکوٰۃ کی شرحوں میں جو فرق ہے، یعنی بارانی فصلوں پر ۱/۱۰ اور چاہی فصلوں پر ۱/۲۰ کے مقابلہ میں مویشیوں پر ۱/۴۰ سے لیکر ۱/۱۰۰ کی شرحیں مقرر کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ حافظ ابن قیمؒ کے بیان کردہ نکتہ سے اس بڑے تفاوت کی توجیہ مشکل ہے۔

ہمارے خیال میں مختلف اصنافِ دولت کی زکوٰۃ کی شرحوں میں تفاوت کی حکمت کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے قبائل عرب کی تمدنی خصوصیات کو پیشِ نظر رکھنا لازمی ہے۔ تمدنی لحاظ سے یہ قبائل دو بڑے حصوں میں بٹے ہوئے تھے:۔ حضری یا قروی یعنی شہری اور بدوی یا اعراب یعنی خانہ بدوش۔ حضری عربوں (اھل المدر) کا ذریعۂ معاش زراعت تھی یا بین الاقوامی تجارت اور اس کے متعلقات۔ یہ تمدن کی جلوہ سامانیوں سے بخوبی بہرہ اندوز تھے، اس لئے ان میں ایمان کی صلاحیتیں بدوؤں کے

---

[۴۲] دیکھیے حواشی [۱۶] و [۱۸] ماسبق۔ [۴۳] زاد المعاد (مطبعۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۵۰ء) ج ۱ ص ۱۴۸۔ [۴۴] سیرۃ النبی۔ ج ۵ ص ۱۶۳-۱۶۵

مقابلے میں کہیں زیادہ اُجاگر تھیں۔ بدویوں یعنی اعراب (اھل الوبر) کا ذریعہ معاش گلہ بانی تھا. یہ تمدن کی برکتوں سے محروم ہونے کے باعث ایمانی صلاحیتوں سے بھی نسبتہً بہت کم سرفراز تھے۔ قرآن حکیم نے بدوی عربوں کی خصوصیات کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل آیات شرح زکوٰۃ کے تاریخی ارتقا کو سمجھنے کے لئے کلیدی اہمیت رکھتی ہیں:۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (۹ : ۹۷-۹۹)

بدّو کفر اور نفاق میں سب سے سخت ہیں اور اللہ نے اپنے رسول پر جو احکام نازل کئے ہیں، انھیں جاننے اور پہچاننے کی سب سے کم صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور ان میں سے بعض بدّو ایسے ہیں کہ جو کچھ وہ (زکوٰۃ کے طور پر) خرچ کرتے ہیں، اسے وہ اپنے اوپر جرمانہ سمجھتے ہیں اور اس دن کے منتظر ہیں، جب کہ تم کسی گردش میں پھنس جاؤ۔ یہ بری گردش تو ان ہی پر آنے والی ہے۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ ان بدّوؤں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور (زکوٰۃ کے طور پر) جو خرچ کرتے ہیں، اسے خدا کی قربت اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بے شک یہ زکوٰۃ ان کے لئے موجب قربت ہے۔ اللہ عنقریب ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

آنحضرت صلعم نے بدّوؤں کی ان تمدنی، معاشرتی اور معاشی خصائل اور خصائص کا لحاظ رکھتے ہوئے حضری عربوں کی محنت و مشقت سے سینچی ہوئی فصلوں کی ۱/۲۰ کی شرح زکوٰۃ کے مقابلہ میں انہیں کئی گنا زیادہ رعایت بخشی، جو بعض صورتوں میں پانچ گنا رعایت تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کے مویشیوں میں جو مویشی انہیں سب سے زیادہ عزیز تھا اور جو سب سے زیادہ قیمتی تھا، اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں لگائی۔ گھوڑے ان بدّوؤں کو اس قدر عزیز تھے کہ خشک سالی کے زمانہ میں ان کا پیٹ بھرنے کے لئے وہ اپنے دوسرے مویشیوں کو ذبح کر ڈالتے تھے۔

طرماح بن حکیم کا شعر ہے:۔

نُطعِمُها اللحمَ اِذ عَزَّ الشجرُ والخَيلُ فِي اِطعَامِها اللّحمَ عَسَر ۵ۓ

(جب ہریالی نہیں ملتی، تو ہم انہیں گوشت کھلاتے ہیں لیکن گھوڑوں کو گوشت پر پالنا کچھ آسان بھی نہیں۔)

حد تو یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ سے محروم رکھ کر اپنے ان لاڈلے بچھیروں کو دودھ پلا دیتے تھے۔ ایک جاہلی شاعر، غالباً قبیصہ بن النصرانی کہتا ہے :۔

هاجرتي يابنت آل سعد أأن حلبت لقحة للورد

جهلت من عنانه المتد ونظري في عطفه الالد

اذا جياد الخيل جاءت تردي مملوءة من غضب وحرد ۶ۓ

(اے آل سعد کی بیٹی! کیا تو مجھ سے جدائی کا ارادہ رکھتی ہے؟ محض اتنی سی بات کے لئے کہ میں نے دودھ دینے والی اونٹنی کو ورد نامی گھوڑے کے لئے دوہا (اور بچوں کو محروم رکھا)؟ تجھے کیا معلوم کہ اس کی باگ (اور اس کی گردن) کتنی لمبی ہے اور تجھے کیا خبر کہ جب وہ اپنی سرکشی میں آکر باگوں پر اپنی گردن پھراتا ہے، تو میں اسے کس نظر سے دیکھتا ہوں، اس وقت جبکہ بہترین گھوڑے غیظ و غضب میں بپھرے ہوئے، تیز بھاگتے ہوئے میدان جنگ میں در آتے ہیں۔)

ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ فتوحاتِ فاروقی کے بعد جب یہی بدو ایران و روم کی تہذیب کے وارث بنے، تو انھوں نے خود اصرار کر کے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگوائی اور قرآن حکیم کا یہ فرمان سچ کر دکھایا کہ :۔

وَمِنَ الاَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ (۹ : ۹۹)

(ان بدوؤں میں بعض ایسے بھی ہیں جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور (زکوٰۃ کے طور پر) جو خرچ کرتے ہیں اسے خدا کی قربت اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں)

لیکن ہم آگے چل کر یہ بھی دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلعم کی بخشی ہوئی تمام رعایتوں کے باوجود آپ کے

۵ۓ دیوان طفیل الغنوی و طرماح بن حکیم (تحقیق کرینکو، گب میموریل سیریز لیڈن ۱۹۲۷ء) ص ۱۰۱

۶ۓ دیوان الحماسہ (مع شرح المرزوقی، تحقیق احمد امین و عبدالسلام ہارون)، قاہرہ، ۱۹۵۱ء ج ۲، ص ۶۲۳-۶۲۴ ص ۲۰۳۔

اس دنیا سے تشریف لے جانے کے سانحۂ عظمٰی کے وقوع پذیر ہوتے ہی یہ بدو ارتداد اور منعِ زکوٰۃ کی خوفناک بغاوت کے سرغنہ بن گئے اور قرآن کی اس وعید کے مستحق قرار پائے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (۹ : ۹۸)

(ان بدوؤں میں بعض ایسے ہیں کہ جو کچھ وہ (زکوٰۃ کے طور پر) خرچ کرتے ہیں، اسے وہ اپنے اوپر جرمانہ سمجھتے ہیں اور اس دن کے منتظر ہیں، جبکہ تم کسی بُری گردش میں پھنس جاؤ۔ یہ بُری گردش تو ان ہی پر آنے والی ہے۔)

عرب کے نومسلم بدوی قبائل کے کردار کا قرآن حکیم نے کتنا صحیح اور مکمل تجزیہ کیا تھا! واللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

(۳) نومسلم حضری قبائل عرب کے ساتھ رعایت | جہاں نومسلم بدوی عرب قبائل کو ان کی تالیف قلوب کے لئے زکوٰۃ میں بہت سی رعایتیں بخشی گئی تھیں، وہاں نومسلم حضری قبائل عرب بھی رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کی شفقتوں سے محروم نہ رہے۔ کہاں تو وہ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ انصار تھے کہ اُن کی چاہی کھیتیاں مہاجرین میں نصفا نصف تقسیم کر دی گئی تھیں۔ کہاں یہ فتح مکہ کے بعد کے نومسلم تھے، جن کی کھیتیوں پر صرف دس فیصد لگان مقرر کیا گیا، پھر اسے بھی نصف کم کر کے محض پانچ فی صد کر دیا گیا، اگر انہیں کھیتیاں کنوؤں سے ڈول وغیرہ کے ذریعہ سیراب کرنے کی زحمت اٹھانی پڑتی ہو۔ لیکن ان سے بھی زیادہ رعایت کے مستحق نومسلم تاجر قرار پائے

عربوں کے ہاتھ میں اس وقت کی بین الاقوامی درآمدی برآمدی تجارت (WORLD CARRIER TRADE) کا اجارہ تھا۔ ہند اور چین کا مال روم و مصر و ایران لے جانے اور وہاں کی پیداوار کو ہند اور چین پہنچانے کے لئے انہیں مختلف ملکوں کی سرحدیں عبور کرنی ہوتی تھیں۔ ان ملکوں کے حکمران اپنی اپنی سرحدوں پر (اور بعض دفعہ سرحدوں کے اندر بھی) ان سے کسٹم اور چونگی کے قسم کے محصول لیتے تھے، جنہیں عرب مکس، عُشر اور اِتاوہ کہتے تھے۔ چونگی کے معنوں میں مکس قدیم آرامی اصطلاح ہے۔ عُشر یعنی دسواں حصہ، اس لئے کہ چونگی کی شرح عموماً یہی تھی۔ اور اتاوہ یعنی جبراً لی جانے والی چیز۔ نہ صرف یہ کہ ان محصولوں کی شرحیں بہت اونچی تھیں، بلکہ ان کی وصولی کے وقت انہیں بعض دفعہ بہت تنگ کیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ عُشر یعنی مالِ تجارت پر ٹیکس ان کی نگاہوں میں بہت بڑی مصیبت تھی، ایک بڑی بے انصافی

اور سخت قومی اہانت۔ بدوؤں کو اس پر بڑا ناز تھا کہ ہم کسی کے دبیل نہیں ہیں۔ ہم کوئی بین الاقوامی تجارت کرنے والے جہاز راں تھوڑی ہیں، جنھیں ٹیکس دینے کی ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ ایک بدوی شاعر یزید بن الحذّاق للکار کر کہتا ہے :۔

الا ابن المعلّیٰ خِلتنا وحَسِبتَنا صَراریَّ نُعطِی الماکِسِین مُکُوسا[۷۷]

(اے ابن المعلّیٰ! تونے ہمیں کیا سمجھا ہے ؟ تونے ہمیں بھی کوئی جہاز راں (بحری تجارت کرنے والا) سمجھ رکھا ہے کہ ہم ٹیکس جمع کرنے والوں کو ٹیکس دیتے پھریں گے ؟)

مالِ تجارت پر ٹیکس سے نفرت کا اظہار ایک اور جاہلی شاعر جابر بن حنّی کے مندرجہ ذیل اشعار میں ہے۔ (ان میں سے پہلا شعر اس سے قبل حق کی تشریح کے سلسلہ میں پیش کیا جاچکا ہے۔)

وَیَوْماً لدی الحشّار من یَلوِحقّه یُمَزَّز ویُنزَع ثوبه ویُلطَم

وفی کلّ اسواقِ العراقِ إتاوة وفی کلِّ ما باعَ امرؤٌ مَکسُ درهمٍ[۷۸]

(اور وہ دن جب کہ ٹیکس دینے میں ذرا سی دیر کرنے والے کو ٹیکس جمع کرنے والوں کے آگے جھنجھوڑ کر رکھ دیا جاتا ہے، اس کے کپڑے اتار لئے جاتے ہیں اور اسے تمانچے مارے جاتے ہیں اور عراق کی منڈیوں میں تو ہر بازار کا اپنا ٹیکس ہے اور جو چیز بھی خریدو اس کی قیمت میں ٹیکس کے درہم بھی شامل ہوتے ہیں۔)

آنحضرت صلعم نے اپنے زمانے کے عربوں کی اس ذہنیت کو بخوبی پہچانتے ہوئے مال تجارت پر لگائے جانے والے ٹیکس یعنی عُشر کو ختم کرنے کا اعلان فرمادیا۔ مسند امام احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے :۔

عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول یا معشر العرب احمدوا اللّٰہ الذی رفع عنکم العشور[۷۹]

(حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا کہ اے قوم عرب! اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم پر سے عُشر کے ٹیکس اٹھادیئے۔)

غیر ملکی حکمرانوں کی دیکھا دیکھی خود سواحلِ عرب کے سردار اپنے اپنے حیطۂ اقتدار میں تاجروں سے عُشر وصول کیا کرتے تھے۔ ان میں سے عمان کی بے حد مشغول بندرگاہ و بازار کے حاکم جلندی نے اس طور پر بڑی دولت اور طاقت اکٹھی کرلی تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان عرب حاکموں کو اس اقتصادی جبر سے باز رہنے کی سختی کے

---

[۷۷] المفضلیات ص ۶۰۰۔ [۷۸] ایضاً ص ۴۲۶۔ [۷۹] ج ۱ ص ۱۹۰

ساتھ تاکید کی۔ چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی مروی ہیں جن میں اموالِ تجارت پر ٹیکس لینے والے (العاشر اور بعض روایات کی رُو سے صاحب مکس) کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ امام ابو عبیدؒ نے اپنی کتاب الاموال میں ایک فصل کا عنوان قائم کیا ہے :۔

ذکر العاشر وصاحب المکس وما فیه من الشدۃ والتغلیظ [80]

(اموالِ تجارت پر ٹیکس لینے والے کا بیان اور یہ کہ اس کے بارے میں کیسی سخت ممانعت اور تہدید ہے)
اس فصل میں وہ مذکورہ بالا مضمون کی متعدد احادیث اور آثار جمع کرنے کے بعد اپنی رائے اس طرح درج کرتے ہیں :۔

وجوہ هذه الاحادیث التی ذکرنا فیها العاشر وکراهة المکس والتغلیظ فیه أنه قد کان له اصل فی الجاهلیه یفعله ملوك العرب والعجم جمیعاً فکانت سنتهم ان یاخذوا من التجار عشر اموالهم اذا مروا بها علیهم۔ [81]

(مذکورہ بالا حدیثوں میں مالِ تجارت پر ٹیکس لینے والے کا ذکر، ٹیکس کی کراہیت اور اس بارے میں تہدید ہے۔ ان احادیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس ٹیکس کی اصل زمانۂ جاہلیت کے وقت سے ہے۔ عرب اور عجم کے تمام حکمرانوں کا دستور یہ تھا کہ جب تاجران کی سرحدوں سے گزرتے تھے تو یہ حکمران ان سے ان کے اموال تجارت کا دسواں حصہ بطور ٹیکس رکھوالیتے تھے۔)

خود آنحضرت صلعم نے جن تجارت پیشہ نومسلم قبائل یا افراد سے عہد و پیمان کئے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ یہ دفعہ رکھی کہ لا یحشرون ولا یعشرون [82] (نہ تو وہ فوجی خدمت کے لئے یا ٹیکس ادا کرنے کے لئے بلائے جائیں گے نہ ان کے اموالِ تجارت پر عشر لیا جائے گا) یا ولا عشر ولا حشر [83] یا لا یُعشر ولا یُحشر [84] (نہ اس سے عشر لیا جائے گا نہ اسے فوجی خدمت کے لئے یا ٹیکس ادا کرنے کے لئے بلایا جائے گا)

جیساکہ ہم آگے چل کر بتائیں گے، عہد فاروقی میں تاجروں سے یہ رعایت واپس لے لی گئی اور

---

[80] کتاب الاموال۔ ص ۵۲۶ - ۵۳۲۔ [81] ایضاً ص ۵۲۹۔ [82] طبقات ابن سعد ج ۱، ق ۲، ص ۲۲۔ ص ۲۴۔ ص ۳۳۔ کتاب الاموال ص ۵۲۹۔ الوثائق الاسلامیۃ نمبر ۴۸ و نمبر ۹۰ و نمبر ۱۸۱ و نمبر ۱۹۹۔ [83] طبقات ابن سعد ج ۱، ق ۲ ص ۲۲۔ الوثائق الاسلامیہ نمبر ۴۳۔ [84] اسد الغابہ لابن اثیر ج ۴، ص ۱۴۱۔ الوثائق الاسلامیہ نمبر ۲۲

اموالِ تجارت پر غیر مسلم حربی سے عشر (۱/۱۰) غیر مسلم ذمی سے نصف العشر (۱/۲۰ یا بیسواں حصّہ) اور مسلم سے ربع العشر (۱/۴۰ یا چالیسواں حصّہ) کے حساب سے ٹیکس لگا دیا گیا۔

(۴) نومسلم قبائل کے صرف "اموالِ ظاہرہ" پر زکوٰۃ لگانے کی مصلحت | نومسلم عرب قبائل سے صرف کھیتی باڑی اور مویشیوں کی زکوٰۃ لینے میں ہمارے نزدیک مصلحت یہ تھی کہ ان نومسلموں بالخصوص اعراب میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی، جو قرآن کے لفظوں میں" زکوٰۃ کو اپنے لئے جرمانہ سمجھتے تھے " (من یتخذ ما ینفق مغرما)۔ یہ حدیث الایمان زکوٰۃ کے" جرمانہ "سے بچنے کے لئے اپنی دولت کو چھپانا بھی چاہتے، تو اپنی کھیتیوں اور مویشیوں کو نہیں چھپا سکتے تھے۔ (اسی لئے فقہاء انہیں اپنی اصطلاح میں" اموالِ ظاہرہ" کہتے ہیں) مختلف اصنافِ دولت میں سے صرف ان اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے میں نہ صرف مصدقوں یعنی زکوٰۃ کے عاملوں کے لئے آسانی تھی بلکہ زکوٰۃ دینے والوں کے لئے بھی یہ رعایت تھی کہ وہ اپنے املاک و دولت کی تفتیش اور تلاشی دینے سے بچ رہتے تھے۔

(۵) خلاصہ مطالب | الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نومسلم قبائل عرب کے لئے زکوٰۃ کی تحصیل کے سلسلہ میں جو چند در چند سہولتیں فراہم کیں اور قرآن حکیم کی مقرر کردہ انتہائی حدِ انفاق یعنی العفو کی جگہ ان کے لئے زکوٰۃ کی جو اقل (کم از کم) شرح متعین فرمائی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ قبائل عرب کی نفسیات پر آنحضرت صلعم کی کتنی گہری نظر تھی اور اپنے زمانے کے سیاسی مصالح پر آپ کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کا فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونا سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے فتح مکہ سے قبل کے مصائب سے کسی طرح کم آزمائش طلب نہ تھا۔ موقع کی نزاکتیں عظیم تدبر کی متقاضی تھیں۔ مہاجرین و انصار سے انفاق فی سبیل اللہ کے جو تقاضے تھے، ان کا اطلاق ان نومسلم قبائل پر ناممکن تھا۔ مشہور حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کے نومسلم قبائل کے پاس بھیجا تو انہیں نصیحت فرمائی کہ

یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا [۸۵]

(دین کو آسان بناؤ۔ اسے مشکل نہ بناؤ۔ اسے لوگوں کے لئے وجہ بشارت بناؤ۔ موجب نفرت نہ بناؤ)

---

[۸۵] صحیح البخاری۔ ج ۵ ص ۲۰۴ (کتاب المناقب، بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن)

آنحضرت صلعم نے ان نو مسلم قبائل عرب کے لئے زکوٰۃ کی تنظیم کے اہم سیاسی اقدام کے سلسلہ میں اسلام کے اس بنیادی اصول پر خود عمل درآمد کر کے ان مبلغینِ اسلام کے لئے اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔

عہد نبوی کے ختم ہوتے ہی سیاسی اور معاشی حالات میں انقلاب عظیم آگیا۔ سیاسی لحاظ سے منع زکوٰۃ کی خوفناک تحریک، ملکی فتوحات کے عظیم سیلاب، مہاجرین و انصار اور قبائل عرب کے اقطاع و اکناف عالم میں انتشار اور عجم میں اسلام کی اشاعت اور معاشی لحاظ سے قیصر و کسریٰ کے مفتوحہ خزائن، ایران عراق، شام اور مصر کی مقبوضہ زمین کے خراج، ایران کے زمینداری نظام کی ترویج اور عربوں میں عطایا کی وافر اور غیر مساوی تقسیم نے جو حالات پیدا کر دیئے ان میں مہاجرین و انصار والی قرآنی شرح زکوٰۃ (العفو) کی جگہ نو مسلم قبائل والی عارضی شرح زکوٰۃ اصل بن گئی۔ اس کی تفصیل اور اس کے اسباب و نتائج پر بحث ہمارے اگلے باب کا موضوع ہے۔

○

★ آج کئی ایک مسلمان ملکوں میں علومِ اسلامیہ کی تعلیم کے لئے ان خطوط پر نظام بروئے کار لایا جا رہا ہے، آپ دنیا کی سب سے قدیم ترین دینی درس گاہ جامعہ ازہر کو لیجئے۔ عہد حاضر میں سب سے پہلے جب اس میں تجدیدی عمل شروع ہوا، تو آٹھویں جماعت تک اس میں وہی نصاب تعلیم رائج کیا گیا، جو حکومت کے سکولوں میں تھا۔ سوائے انگریزی زبان کے نویں اور دسویں میں ازہر کی تعلیم میں اسلامیات پر زیادہ زور دیا جاتا تھا اور سرکاری سکولوں میں دوسرے مضامین پر۔ دسویں کے بعد جامعہ ازہر میں متعدد کالج کھولے گئے۔ ادبیات کے لئے الگ کالج، فلسفہ د منطق و کلام کے لئے الگ، اور تفسیر، حدیث اور فقہ کے لئے الگ، اس کے بعد تخصص یا ڈاکٹریٹ کی جاتی تھی۔ ابھی حال ہی میں جامعۂ ازہر میں طب، زراعت اور اس طرح کے مضامین بھی پڑھائے جانے لگے ہیں، اور عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ ایک تو جب کوئی عالم ازہر سے فارغ التحصیل ہو تو اس کے سامنے کسب معاش کے لئے صرف امامت، خطابت اور تدریس دینیات ہی نہ ہو، بلکہ وہ کوئی نہ کوئی ہنر جانتا ہو، تاکہ وہ عالمِ دین کے ساتھ ساتھ اس فن کو پیشے کے طور پر اختیار کر سکے۔